وعظ

الغاء المجازفۃ

(بے تکی باتوں کی لغویت)

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے یہ وعظ ۸ جمادی الثانی ۱۳۳۰ھ کو مسجد تھانہ بھون میں ارشاد فرمایا۔

وعظ

الغاء المجازفۃ

(بے تکی باتوں کی لغویت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ تعالی علیہ وعلی الہ واصحابہ و ازواجہ و بارک وسلم اما بعدفاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم قال اللہ تبارک وتعالٰی:اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ (ط) وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغۡنِیۡ مِنَ الۡحَقِّ شَیۡئًا(۱)

انتخابِ مضمون

(یہ لوگ صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں اور یقیناً بے اصل خیالات امر حق کے (اثبات میں) ذرا بھی مفید نہیں ہوتے۔) یہ پوری آیت نہیں ہے۔ایک آیت کا جزو ہے جو مضمون مجھ کواس وقت مقصود بالبیان(۲) ہے اس کیلئے یہ

---

(۱) سورۃ النجم آیت:۲۸ (۲) جس مضمون کو بیان کرنے کا اس وقت ارادہ ہے۔

جزو کافی ہے۔ اور وہ مضمون ایک مختصر سا ہے لیکن اس کے شعبے کثیر (۱) ہیں۔ لیکن اس وقت ان سب شُعب (۲) کو مفصلاً بیان نہ کیا جائے گا۔ صرف ان کیلئے ایک قاعدہ کلیہ کے بیان پر اکتفا کیا جائے گا۔ ملخص (۳) اس مضمون کا یہ ہے کہ اس آیت میں حق تعالیٰ کی طرف سے اہل باطل پر ایک خاص ملامت ہے اور الزام ہے اور چونکہ وہ مرض بعض اہل اسلام میں بھی پایا جاتا ہے۔ اسلئے ان کی اصلاح کیلئے اس وقت اس آیت کو اختیار کیا گیا ہے۔

قیاس اور ظن کی حقیقت اور حکم

شان نزول اس کا یہ ہے کہ دین کے باب میں کفار انبیاء کے مقابلے میں کچھ دعویٰ کیا کرتے اور وہ دعویٰ بلا دلیل تھے حق تعالی ان پر ملامت فرماتے ہیں کہ یہ لوگ صرف اپنے خیالات اور ظن کا اتباع کرتے ہیں۔ حالانکہ ظن محض (۴) سے حق ثابت نہیں ہوتا۔ بعض سے مراد وہ جس کا استناد نص کی طرف نہ ہو رائے محض (۵) ہو۔ یہ محض کا لفظ اہل علم کے یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کیونکہ اہل علم کو اس مقام پر شبہ ہو جایا کرتا ہے کہ شریعت میں ظن کا تو اعتبار کیا گیا ہے۔ چنانچہ خبر واحد اور قیاس ظنی (۶) ہے۔ اسی طرح قیاس شرعی بھی ہے۔ اس کا جواب محض کے لفظ سے نکل آیا۔ یعنی جو

---

(۱) بہت سے شعبے ہیں (۲) سب شعبوں کو تفصیل سے بیان نہیں کیا جائے گا (۳) اس مضمون کا خلاصہ یہ ہے (۴) صرف ایک گمان قائم کرنے سے (۵) اس سے وہ ظن مراد ہے جو صرف ان کی رائے ہو کسی قرآن کی آیت یا حدیث سے مستنبط نہ ہو اس لئے کہ وہ ظن تو معتبر ہے جو کسی آیت کی طرف منسوب ہو (۶) خبر واحد وہ حدیث کہلاتی ہے جو ایک دو افراد سے منقول ہو اور قیاس کا مطلب ہے کہ ایک حکم کی جو علت بیان کی گئی ہو وہی علت دوسری جگہ پائی جائے تو وہاں بھی یہی حکم لگایا جائے گا جو کہ اس آیت یا حدیث ہی سے ثابت سمجھا جائے گا اسی لئے کہا گیا ہے القیاس مظھر لا مثبت۔ قیاس حکم کو ظاہر کرتا ہے ثابت نہیں کرتا۔

ظن معتبر ہے وہ محض ظن نہیں ہے بلکہ وہ ظن معتبر ہے جس کا استناد نص کی طرف ہے۔ چنانچہ خبر واحد جو ظنی ہے وہ تو اصل ہی میں ظنی الثبوت نہیں ہے۔ محض اس کی سند میں ظن عارض(۱) ہوگیا ہے۔ ورنہ بحیثیت قول رسول ہونے کے فی نفسہ قطعی (۲) ہے۔ اسی طرح قیاس گو اصل ہی میں ظنی ہے۔ لیکن وہ خود مثبت (یعنی حکم ثابت کرنے والا) نہیں ہے۔ بلکہ مُظہر (حکم کو ظاہر کرنے والا) ہے۔ اور مثبت تو نص ہے اور قیاس اس کی طرف مستند(۳) ہے۔ اور یہاں جس ظن پر ملامت ہے اس سے مراد وہ ظن ہے جس کا مستند نص (۴) نہ ہو۔ محض تخمین اور رائے اس کا منشاء ہو۔ اور جن عقائد میں یہ ظن مستند الی الدلیل (دلیل کی طرف استناد کیا گیا) بھی کافی نہیں اس میں شبہ ہی نہیں ہوسکتا۔ جو جواب کی ضرورت ہو مجھ کو اس بات میں تطویل مقصود نہیں ہے۔ محض کے لفظ کا ایک فائدہ یاد آ گیا تھا۔ وہ بیان کر دیا ہے۔

دین کے بارے میں شخصی رائے معتبر نہیں

خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ نرے گمان سے استدلال کرتے تھے۔ اور نرا گمان جو دلائل شرعیہ سے ماخوذ نہ ہو وہ مثبت نہیں (۵) تاوقتیکہ اس ظن کا کوئی مستند شرعی ہو دین کے بارے میں کارآمد نہیں (۶)۔ دین کی قید اس لئے لگائی ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ کسی امر میں کوئی گمان مفید نہ ہو(۷)۔ چنانچہ طب میں کہ امر دین نہیں ظن معتبر ہے البتہ امر

---

(۱) راویوں کی وجہ سے یہ حکم قطعی نہ رہا (۲) چنانچہ جس نے خود یہ بات رسول اللہؐ سے سنی ہو اس کیلئے تو یہ حکم قطعی ہی ہے (۳) حکم تو قرآن یا حدیث سے ثابت ہے قیاس صرف اس کی طرف منسوب کرنے والا ہے (۴) جو کسی نص کی طرف منسوب نہ ہو (۵) وہ گمان جو دلائل شرعی سے ماخود نہ ہو حکم کو ثابت کرنے کیلئے کافی نہیں (۶) جب تک یہ قیاس کسی آیت یا حدیث کی طرف منسوب نہیں ہوگا معتبر نہیں (۷) یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی معاملہ میں کوئی گمان معتبر نہیں۔

دنیوی میں بھی جہاں جس ظن کی ممانعت ہے۔ وہاں اس پر عمل جائز نہیں (۱)۔ مقصود یہ ہے کہ دین کے بارے میں گمان (۲) اصلاً کوئی چیز نہیں خواہ وہ گمان کرنیوالا کتنا ہی بڑا ذہین ہو اور عاقل ہو۔ دین کے بارے میں جب تک دلیل شرعی نہ ہوگی اس کا خیال معتبر نہ ہوگا۔

دلائل شرعیہ

اور دلائل شرعیہ چار ہیں۔ ۱: کتاب اللہ ۲: سنت نبوی ۳: اجماع امت ۴: قیاس۔ جو امر دلائل چہارگانہ (۳) میں سے کسی ایک سے بھی ثابت ہو وہ دین میں معتبر ہوگا ورنہ رد ہے۔ پس یہ بھی غلطی ہوگی کہ ان چار میں کسی ایک کو نہ مانا جائے گا اور یہ بھی غلطی ہوگی کہ ان چاروں سے تجاوز کیا جائے۔

ایک عام غلطی

آجکل ایک عام غلطی یہ بھی ہو رہی ہے کہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ہر مسئلے کو قرآن شریف سے ثابت کریں حالانکہ دلائل شریعت کے چار ہیں۔ اگر ان میں سے ایک سے بھی کوئی مسئلہ ثابت ہو جائے گا تو وہ شرعاً ثابت ہو جائے گا۔ چنانچہ داڑھی رکھنے کی نسبت بعض کہتے ہیں کہ قرآن شریف سے دلیل لاؤ کہ داڑھی رکھنا فرض ہے۔ اور یہ دلائل کا مطالبہ کرنے والے ایسے حضرات ہیں کہ جن کو خود تحقیق و استدلال ہی سے اصلاً مس نہیں (۴) ان کو تو چاہئے تھا کہ محض تقلید کرتے۔

---

(۱) اور جہاں ممانعت نہیں وہاں جائز ہے (۲) شخصی رائے (۳) جو حکم ان چاروں دلائل میں سے کسی ایک سے بھی ثابت ہو (۴) بالکل مناسبت نہیں۔

دین میں ہر شخص اجتہاد کا مدعی ہے

علماء کا قاعدہ عقلی ہے کہ جس فن کا جو جاننے والا ہوتا ہے وہ ہی اس میں دخل دے سکتا ہے۔اور نہ جاننے والا اگر دخل دے تو اس کو سب ہنستے ہیں۔ یہ قاعدہ ہر جگہ تو جاری کرتے ہیں لیکن دین کے اندر ہر شخص مجتہد ہونے کا مدعی ہے۔اور ہر کس و ناکس اس میں دخل دینے کیلئے تیار ہے۔فن زراعت کو مثلاً میں نہیں جانتا تو میں اگر گیہوں بونے کا طریقہ بیان کروں تو جاننے والے کہیں گے کہ تم کیا جانو۔اور تمام عقلاء کے نزدیک یہ جواب کافی سمجھا جائے گا۔مگر حیرت ہے کہ دین کے بارے میں اگر علماء بعینہ یہی جواب دیتے ہیں تو ناکافی شمار ہوتا ہے۔

ناواقفِ فن کا مطالبہ دلیل درست نہیں

یاد رکھو فن کے جاننے والوں کے سامنے تمہارے مطالبہ دلائل(۱) کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کے پاس گھڑی ہے اور وہ بڑی معتبر ہے تار گھر سے ملی ہوئی ہے۔اور ایک شخص آفتاب کی طرف رخ(۲) کیے ہوئے کھڑا ہے گھڑی والا کہتا ہے کہ گھڑی کے اعتبار سے آفتاب چھپ گیا۔اور اس میں ہرگز غلطی کا احتمال نہیں ہے اور وہ کہتا ہے کہ آفتاب میرے سامنے ہے چھپا نہیں ہے اور گھڑی والا اس سے دلیل طلب کرتا ہے اور وہ ہنستا ہے کہ یہ تو کھلی بات ہے آفتاب نظر کے سامنے ہے۔تم اس طرف منہ کرو دیکھو آفتاب موجود ہے۔دلیل کی حاجت نہیں ہے۔بس جن لوگوں نے دین کے باب میں اپنی عمریں کھپا دی ہیں ان کا قول معتبر ہوگا۔یا ایک لڑکے کا جو آج ہی

---

(۱) تمہاری دلیل طلب کرنے کی مثال ایسی ہے کہ (۲) سورج کی طرف منہ کیے کھڑا ہے۔

بالغ ہوا ہے اور یا بالغ ہے لیکن دین کا بالغ نہیں ہے۔مولانا فرماتے ہیں۔

خلق اطفالند جز مست خدا　　　　نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا

(بجز مست عشق الٰہی کے تمام مخلوق گویا بچے ہیں پس بالغ وہی ہے جو خواہشات نفسانی سے چھوٹ گیا)

بہرحال حساً بالغ ہو یا نہ ہو روحاً بالغ نہیں ہے۔ بلکہ حساً بھی ہم کو تو ایسے لوگ بالغ معلوم نہیں ہوتے اس لئے کہ ظاہری علامت بلوغ کی داڑھی تھی اور وہی صفا چٹ ہے۔معلوم بھی نہیں کہ نکلی ہے یا نہیں۔ بہرحال ایسے لوگ جن کی یہ حالت ہے کہ علوم دین کی ان کو ہوا تک نہیں لگی وہ دلائل کا مطالبہ کرتے ہیں کہ قرآن شریف سے دلیل لاؤ میں کہتا ہوں کہ اس سوال کے اندر ایک دعویٰ مضمر(۱) ہے وہ یہ ہے کہ وہ اس کے مدعی ہیں کہ شریعت میں قرآن کے سوا کوئی دلیل نہیں ہے،ہم اس دعویٰ پر ان سے اول دلیل کا مطالبہ کرتے ہیں۔ہم کو یہ سمجھا دو کہ شریعت میں قرآن شریف ہی دلیل ہے اور کوئی دلیل نہیں۔

حجیت حدیث

خود قرآن شریف سے ثابت ہے کہ علاوہ قرآن شریف کے اور بھی دلائل ہیں فرماتے ہیں۔ ”وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا“ (۲) (یعنی جن باتوں کا تم کو رسول ﷺ حکم کریں ان کو کرو اور جن باتوں سے منع کریں ان سے باز رہو) اور فرماتے ہیں۔فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَار (۳) (سوائے دانشمندوں عبرت حاصل کرو) اس سے صاف معلوم ہوا کہ

(۱) دعویٰ پوشیدہ ہے (۲) سورۃ الحشر آیت:۷ (۳) سورۃ الحشر آیت:۲۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اگرچہ وہ قرآن شریف سے نہ ہو مثل قرآن شریف ہی کے حجت ہے اور کیوں نہ ہو ''مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡھَوٰی'' (۱) (اپنی خواہش نفسانی سے باتیں نہیں بناتے)۔آپ کی شان ہے۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

(جو کچھ اس نے کہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ہی قول ہے اگرچہ اللہ کے بندے کے منہ سے نکلا ہو۔)

حجیت اجماع

اورفرماتے ہیں ''وَمَنۡ یُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الۡھُدٰی وَ یَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصۡلِہٖ جَھَنَّمَ''۔ (۲) (جو شخص بھی رسولؐ کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ اس کو امر حق ظاہر ہو چکا تھا اور مسلمانوں کا رستہ چھوڑ کر دوسری راہ ہولیا تو ہم اس کو جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے)

اس آیت سے اجماع امت کا حجت ہونا معلوم ہوا۔

حجیت قیاس

اورفرماتے ہیں ''وَلَوۡ رَدُّوۡہُ اِلَی الرَّسُوۡلِ وَاِلٰٓی اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡھُمۡ لَعَلِمَہُ الَّذِیۡنَ یَسۡتَنۡبِطُوۡنَہٗ مِنۡھُمۡ'' (۳)۔(اور اگر یہ لوگ اس کو رسولؐ کے اور جو ان میں ایسے امور کو سمجھتے ہیں ان کے اوپر حوالہ رکھتے تو اس کو وہ حضرات پہچان ہی

---

(۱) سورۃ النجم آیت:۳ (۲) سورۃ النساء آیت:۱۱۵ (۳) سورۃ النساء آیت:۸۳۔

لیتے جو ان میں اس کی تحقیق کرلیا کرتے ہیں)۔

یہ آیتیں بتلا رہی ہیں کہ قیاس بھی حجت ہے پس اگر قرآن شریف کو حجت مطلق مانتے ہیں تو اس کی کیا وجہ ہے کہ اس کے بعض دعاوی مسموع اور حجت اور بعض نامسموع(۱) غرض یہ سخت غلطی ہے۔ دیکھئے عدالت میں دعوے کی سماعت کیلئے شہادت مطلقہ کی ضرورت ہے۔ مدعی اگر دو باوجاہت آدمیوں کو پیش کردے تو مدعا علیہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ فلاں جج صاحب اور فلاں مولوی صاحب گواہی دیں گے تو مانوں گا۔ اور اگر وہ ایسا کہے تو حاکم ہرگز نہ سنے گا۔ اور یہ کہے گا کہ تم ان گواہوں پر جرح کرو تو اس کی طرف التفات ہوگا۔ لیکن اگر یہ مجروح نہیں(۲) تو تمہاری یہ تخصیص کہ فلاں فلاں اشخاص گواہی دیں گے ایک لغو بات ہوگی۔ اسی طرح مسئلہ عقلیہ ہے کہ دعوے کے اثبات کیلئے مطلق دلیل صحیح کی ضرورت ہے۔ مستدل جس دلیل کو چاہے اختیار کرے مخاطب کو یہ اختیار ہے کہ اس میں جرح کرے اس کا جواب بذمہ مدعی ہوگا۔ لیکن وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم نے دلیل کیوں نہ اختیار کی۔

ادلّہ اربعہ

اسی طرح یہاں سمجھ لیجئے کہ کسی مسئلہ شرعیہ کے اثبات کیلئے مطلق دلیل صحیح کی ضرورت ہے جو ادلّہ اربعہ(۳) چاروں دلیل قرآن، حدیث، اجماع و قیاس میں سے ہو۔ کسی خاص دلیل کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا البتہ اس کا لحاظ ضروری ہے کہ قطعی دعوے کیلئے قطعی دلیل اور ظنی دعوے کیلئے ظنی دلیل ہونی چاہئے۔ جس کی تفصیل اپنے مقام

(۱) اس کے بعض احکام سنتے اور مانتے ہیں بعض احکام سنتے ہی نہیں یعنی مانتے نہیں (۲) اگر ان میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں (۳) چاروں دلائل۔

پر مذکور ہے۔غرض ایک تو غلطی یہ ہے اور دوسرے اسکی مقابل یہ ہے کہ ان چاروں سے گذر کر نرے ظن کو ہی حجت سمجھا جائے کہ نرا گمان بھی کسی مسئلہ کا مثبت نہیں ہے۔ بلکہ دلیل صحیح ادلّہ اربعہ میں سے ہونا ضروری ہے اور ہر چند کہ یہ آیت خاص جماعت کے بارے میں ہے لیکن یہ مرض اگر اور جماعت میں بھی ہو تو کیا وہ اس الزام سے بچ سکتے ہیں؟

بلاتحقیق بات کہنے کا مرض

پس اب دیکھنا چاہئے کہ یہ مرض ہم میں موجود ہے یا نہیں چنانچہ دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ بکثرت عادت ہے کہ بلاتحقیق اور تیقن کے محض ظن اور رائے (۱) بلکہ وہم اور شک کی بناء پر بھی دین کے باب میں حکم قطعی کر دیتے ہیں۔عوام کیا اور اہل علم کیا اکثر ہی اس میں مبتلا ہیں۔ہاں جو علماء محققین ہیں یا وہ عوام جو ایسے حضرات علماء کے صحبت یافتہ ہیں وہ تو مستثنیٰ ہیں۔ورنہ بالعموم لوگوں کو اس میں ابتلاء (۲) ہے۔جو مسئلہ پوچھئے کبھی یہ نہ کہیں گے کہ ہم کو علم نہیں ہے خواہ علم ہو یا نہ ہو گھڑ کر جواب دے دیں گے۔

حضرت امام مالکؒ کی قابل رشک دیانتِ علم

امام مالکؒ کی حکایت ہے کہ ایک مجلس میں ان سے چالیس مسائل کسی نے پوچھے اچھی طرح یاد نہیں رہا، ۳۶ کا جواب دیا اور چار میں لا ادری (میں نہیں جانتا) کہا۔یا چار کا جواب دیا اور ۳۶ میں عدمِ واقفیت ظاہر کی۔آج کل ادنی طالبعلم سے

---

(۱) بغیر تحقیق اور یقین کے صرف گمان اور رائے کی بنیاد پر (۲) عام طور پر لوگ اس مرض میں مبتلا ہیں۔

پوچھ کر دیکھئے جو ہرگز بھی یہ نہ کہے گا کہ میں نہیں جانتا۔

حضرت تھانویؒ کی احتیاط

مجھ کو باوجود اس کے کہ اتنے دن کام کرتے ہو گئے مگر اب تک ایسی ضرورت پڑتی ہے کہ یہ لکھتا ہوں کہ اس مسئلہ میں مجھ کو شرح صدر نہیں ہوا اور قواعد سے اگر جواب لکھتا ہوں تو اس میں یہ احتیاط کرتا ہوں کہ یہ لکھ دیتا ہوں کہ قواعد سے ہی جواب لکھا ہے جزئیہ نہیں ملا۔ اور کبھی جواب لکھ دیتا ہوں اور بعد میں لغزش ثابت ہوتی ہے۔ پس میں کہتا ہوں کہ جو لوگ لکھے پڑھے ہیں جب ان کو لغزش ثابت ہو جاتی ہے تو جو اَن پڑھ ہیں وہ تو بطریق اولی غلطیوں میں مبتلا ہوں گے۔ اور وہ شخص بھی اَن پڑھ ہی ہے جو آمد نامہ دستور الصبیان بلکہ گلستان سکندر نامہ(۱) پڑھا ہو۔ یا انٹرنس یا ایف اے پاس ہو۔

زبان اور چیز ہے علم اور

بلکہ عربی پڑھنے والے بھی سب عالم نہیں ہیں۔ کیونکہ زبان اور چیز ہے اور علم اور چیز ہے۔ میں ریاست رامپور گیا تھا۔ وہاں چند لڑکے طالب علم انگریزی دان مدارس کے دیکھے جو حماسہ وغیرہ بھی پڑھتے تھے۔ میں نے ان سے کہہ دیا کے اپنے کو عالم مت سمجھنا اس لئے کہ اگر محض عربی زبان جاننے سے کوئی عالم ہوتا تو ابوجہل بڑا عالم ہوتا۔

---

(۱) کتابوں کے نام ہیں۔

عالم بے عمل بھی عالم نہیں

بلکہ میں تو ترقی کر کے کہتا ہوں کہ اگر علم دین بھی ہو اور عمل نہ ہو تو وہ بھی محقق عالم نہیں دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ’’وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖ اَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ‘‘۔ (یعنی وہ شے بری ہے جس کے عوض انہوں نے اپنی جان کو بیچ دیا کیا اچھا ہوتا کہ وہ جانتے)۔ یہ علمائے یہود کے بارہ میں ہے چونکہ وہ عمل نہ کرتے تھے اس لئے باوجود اس کے کہ اس کے قبل ان کی نسبت ’’ولقد علموا‘‘۔۔۔۔(یعنی ضرور یہ یہودی اتنا جانتے ہیں) کا حکم بھی کر دیا گیا ہے۔ پھر بھی لو کانوا (یعنی کاش ان کو اتنی عقل ہوتی) میں ان کے علم کی نفی کی اور ان کے علم کو کالعدم سمجھا گیا۔ پس معلوم ہوا کہ علم مطلوب وہی ہے کہ جس کے ساتھ عمل ہو پس اہل علم بھی ناز نہ کریں کہ ہم نے کتابیں پڑھ لی ہیں۔ ہم مولوی ہو گئے ہیں۔

حقیقتِ علم تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے

یاد رکھو جو حقیقت ہے علم کی کہ احکام کو صحیح صحیح سمجھ جائیں۔ میں بقسم کہتا ہوں کہ وہ بدون تقویٰ کے نصیب نہیں ہوتا۔ آپ دیکھ لیجئے کہ اگر دو آدمی ہم عمر ہوں اور ایک استاد سے انہوں نے پڑھا ہو اور فہم و حافظے میں بھی برابر ہوں۔ لیکن فرق یہ ہو کہ ایک متقی ہو اور ایک نہ ہو تو متقی کے علم میں جو برکت اور نور ہوگا اور جیسا فہم اس کا صحیح ہوگا اور جیسے حقائق حقہ اس کے ذہن میں آئیں گے بخلاف وہ بات غیر متقی میں ہرگز نہ ہوگی۔ اگرچہ اصطلاحی عالم ہے اور کتابیں بھی پڑھ سکتا ہے مگر خالی اس سے ہوتا کیا ہے۔ ایک عالم نے وکیعؒ محدث سے اپنے سوئے حافظہ کی شکایت کی تھی کہ جو پڑھتا

ہوں وہ یاد نہیں رہتا۔انہوں نے ان کو تقوی کی تعلیم فرمائی۔ چنانچہ اس مضمون کو ان عالم نے نظم فرما دیا ہے طلبہ کو چاہئے کہ اس کو یاد کرلیں۔

شکوت الی وکیع سوء حفظی

فاوصٰنی الی ترک المعاصی

(میں نے سوء حافظہ کی حضرت وکیعؒ سے شکایت کی تو انہوں نے مجھ کو گناہوں کو ترک کرنے کی وصیت فرمائی۔)

فان العلم فضل من اله

و فضل اللہ لا یعطیٰ العاصی

(اس لئے کہ علم اللہ تعالی کا فضل ہے اور عاصی پر اللہ تعالی کا فضل نہیں ہوا کرتا۔)

اور اگر تقوی ہوگا تو علوم حقہ قلب پر وارد ہوں گے۔مولانا فرماتے ہیں۔

بینی اندر خود علوم انبیاء بے کتاب و بے معید واوستا

یعنی متقی بن جاؤ اپنے اندر بلا کتاب ومعاون واستاد کے انبیاء علیہ السلام جیسے علم کو دیکھو گے۔

علوم حضرت حجۃ الاسلام نانوتویؒ

مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے معاصرین(۱) سے کچھ زیادہ نہیں پڑھا تھا۔ بلکہ عجب نہیں کہ کم پڑھا ہو اس لئے کہ مولانا کی طبیعت میں ہمیشہ سے ایک آزادی تھی مگر دیکھئے علوم کے ایسے دریا تھے کہ جس کے پانی نے تمام ہندوستان کو سیراب کر دیا۔اب بھی جس طالبعلم کا جی چاہے تجربہ کرلے اور تقوی کو اختیار کر کے دیکھ لے کہ کیسے کیسے

(۱) اپنے زمانے کے علماء سے۔

علوم حاصل ہوتے ہیں۔اگر خلوص سے تقویٰ کو اختیار کیا جائے تو اس کی برکت کی تو حد نہیں۔اگر خلوص نہ ہو تو امتحان ہی کیلئے کر کے دیکھ لو اس کی برکت بھی کچھ نہ کچھ دیکھ لو گے بقول مولانا۔

سالہا تو سنگ بودی دلخراش — آزموں رایک زمانے خاک باش

(سنگ دل خراش تو مدت سے بنے رہے ہو۔ بھلا آزمائش ہی کی نظر سے تھوڑے دنوں خاک بن کر تو دیکھو۔)

در بہاراں کے شود سر سبز سنگ — خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

(موسم بہار میں پتھر کب سر سبز ہوتا ہے۔خاک ہو جاؤ تا کہ رنگ برنگ کے پھول پیدا ہوں)۔

یعنی تکبر چھوڑ کر تذلل اور کسی کی متابعت(۱) اختیار کرو تا کہ طرح طرح کے فیوض و برکات میسر ہوں۔

طلباء کو بطور خاص حصولِ تقویٰ کی ضرورت

اس لئے طلباء کو خصوصیت کے ساتھ تقویٰ اختیار کرنا چاہئے۔بعض طلباء کہتے ہیں کہ ہم تو ابھی بچے ہیں۔یاد رکھو یہی عمر تمہاری پختگی کی ہے جس بات کی اب عادت ہو جائے گی وہ کبھی نہ چھوٹے گی۔

سات برس کے بچے کو نماز پڑھانے میں حکمت

اسی واسطے تو ارشاد ہوا ہے "مُرُوْا صِبْيَانَكُم اِذَا بَلَغُوْا سَبْعًا"(یعنی

---

(۱) تکبر چھوڑ کر تواضع اختیار کرو اور کسی بزرگ کے تابع ہو جاؤ۔

اپنے بچوں کو نماز کا حکم کرو جب وہ سات برس کو پہنچ جائیں)۔حالانکہ نماز فرض ہوتی ہے بلوغ کے بعد اور بالغ ہوتا ہے اکثر پندرہ برس کی عمر میں۔اور حکم سات برس کی عمر سے پڑھوانے کا ہے تو وجہ اسکی یہی ہے کہ عادت پڑے گی اور گو ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ اگر اس سے پہلے ہی شروع کرادی جائے تو کیا حرج ہے۔سات ہی کی کیا تخصیص ہے۔مجھے بھی اس میں ایک بار شبہ ہوا چنانچہ میں نے سات برس سے کم عمر والے بچوں کو نماز پڑھوانے مسجد میں لانے کا اہتمام کیا ایک روز ایک بچہ نے عین نماز میں پیشاب کردیا۔اس روز اس حدیث کی حکمت معلوم ہوئی کہ سات برس سے کم عمر میں کافی سمجھ بھی نہیں ہوتی اس لئے نماز کیلئے مجبور کرنا مناسب نہیں ہے۔

جمالِ شریعت

ایسے ایسے واقعات سے قدر ہوتی ہے شریعت کی، شریعت کا جمال وہ جمال ہے کہ

ز فرق تابقدم ہر کجا کہ می نگرم   کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

(یعنی سر سے پیر تک جس جگہ نظر ڈالتا ہوں ہر کرشمہ دامن دل کو کھینچتا ہے کہ یہی جگہ فریفتہ ہونے کی ہے)

شریعت کے جس جزو کو دیکھو ادھر ہی دل کھینچتا ہے۔بعض ایسے بھدے اور کور عقل ہیں کہ شریعت کو ایک خونخوار اور ڈراؤنی شکل میں سمجھتے ہیں۔بات یہ ہے کہ صفراوی کو شرینی بھی تلخ(۱) معلوم ہوتی ہے۔اس لئے کہ اس کا ذوق فاسد(۲) ہے۔

(۱) جس پر صفرادیت کا غلبہ ہو اس کے منہ کا ذائقہ کڑوا ہوتا ہے اس لئے اس کو اگر چینی بھی کھلادی جائے تو اسے وہ بھی کڑوی لگے گی (۲) اس کا ذائقہ خراب ہے۔

ایسے ہی ان لوگوں نے اپنے ادراک کو فاسد کرلیا ہے تو شریعت کی خوبی ان کو کیسے نظر آسکتی ہے۔

گفت لیلیٰ راخلیفہ کاں توئی کزتو مجنوں شد پریشاں و غوی

(یعنی خلیفہ نے لیلیٰ سے پوچھا تو ہی ہے وہ کہ جس کی وجہ سے مجنوں پریشان اور بے راہ ہورہا ہے)

از وگرخوبان تو افزوں نیستی گفت خامش تو کہ مجنون نیستی

(یعنی دوسرے محبوبوں سے تو کچھ بڑھ کر نہیں ہے پھر کیا وجہ کہ مجنوں تجھ پر شیدا ہے۔ اس نے کہا کہ تو چپ رہ اس لئے کہ تو مجنوں نہیں ہے)

دیدہ مجنون اگر بودے ترا ہر دو عالم بے خطر بودے ترا

(اگر تجھ کو مجنوں کی آنکھ ہوتی تو دونوں جہان تیرے نزدیک بے قدر ہوتے)

حق تعالیٰ شانہ سے محبت رکھنے کا اثر

صاحبو! خدا تعالی کی محبت تو وہ شئے ہے کہ اگر احکامِ شرعیہ (نعوذ باللہ) معتدل بھی نہ ہوتے تب بھی محبّ کے نزدیک (۱) واجب العمل تھے اس لئے کہ محبت وہ شئے ہے کہ اگر واقعی میں بھی حسن و جمال نہ ہو تو وہ حسین دکھلاتی ہے چہ جائیکہ حسن و جمال بھی ہو اور محبت بھی۔ سو شریعت کا وہ حسن ہے کہ اگر محبت بھی نہ ہو صرف نظر صحیح ہو اور احکام میں غور کیا جائے تو اس کو معلوم ہوگا کہ اسلامی احکام عین حکمت اور مصالح پر مبنی ہیں۔ چنانچہ بہت سے دوسرے مذاہب والوں نے حقانیت اسلام پر مضامین لکھے ہیں۔ غرض اس روز مجھ کو معلوم ہوا کہ سات برس کے بعد خود شریعت کا حکم ہے کہ نماز

(۱) اللہ سے محبت رکھنے والے کے نزدیک۔

پڑھاؤ جس سے معلوم ہوا کہ بچپن ہی میں دین کی عادت ڈالنا چاہئے پس یہ خیال آنا کہ ابھی تو ہم بچے ہیں بوڑھے ہوکر کرلیں گے۔ یہ وسوسۂ شیطانی ہے۔ کرنے کا زمانہ یہی ہے اس وقت کے خیالات خوب پختہ ہوتے ہیں۔

بچپن میں تربیت کی ضرورت

چنانچہ ایک اللہ والے نے اپنے صاحبزادے کی تربیت کی تھی۔ جب اس کو ہوش آنے لگا انہوں نے اپنی بی بی سے کہہ دیا کہ اس کو کوئی شئے تم اپنے ہاتھ سے مت دیا کرو۔ بلکہ ایک جگہ مقرر کردو اور اسکو کہہ دو کہ اللہ سے مانگو اللہ تعالیٰ دیں گے اور فلاں جگہ بھیج دیں گے۔ چنانچہ جب کوئی شئے وہ مانگتا یہی کہہ دیتے کہ اللہ تعالیٰ سے مانگو اور وہ مانگتا۔ غرض اس کے ذہن میں راسخ (۱) ہوگیا کہ جو کچھ دیتے ہیں اللہ میاں دیتے ہیں ماں باپ دینے والے نہیں ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ وہاں کوئی شئے نہ تھی اور بچے نے حسب معمول کوئی شئے مانگی ماں باپ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ سے مانگو، اس نے مانگا اور وہاں گیا تو اس جگہ وہ شئے رکھی ہوئی پائی۔ اس روز وہ بزرگ بہت خوش ہوئے کہ اب اسکا توکل صحیح ہوگیا۔

میرا مقصود یہ نہیں کہ سب لڑکے ایسے ہی بن سکتے ہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ بزرگانِ دین شروع ہی سے بچوں کی تربیت کیا کرتے تھے۔

حضرت زین العابدینؒ کی خشیتِ خداوندی

حضرت امام زین العابدینؒ نے بچپن میں یہ آیت سنی ”وَقُوْدُھَا النَّاسُ

---

(۱) پختہ طور پر یہ بات ذہن میں بیٹھ گئی۔

وَالْحِجَارَةُ (۱) (یعنی دوزخ کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے)۔تو بے انتہا روتے تھے۔ایک شخص نے کہا کہ آپ تو اہل بیت میں سے ہیں آپ اس قدر کیوں روتے ہیں۔فرمایا کہ کنعان نوحؑ کا بیٹا تھا دیکھئے اس کیلئے ارشاد ہے "اِنَّهُ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ"۔ (۲) (یہ شخص تمہارے گھر والوں میں سے نہیں) اس شخص نے کہا آپ تو بچے ہیں فرمایا میں نے اپنی ماں کو دیکھا ہے کہ جب چولھے میں آگ سلگاتی ہے تو چھوٹی لکڑیوں میں آگ لگاتی ہیں۔ پھر ان سے بڑی لکڑیوں میں اسی طرح مجھ کو ڈر ہے کہ وہاں بھی یہی ترتیب نہ ہو۔

اب اس وقت کے بچے جو ہیں کیا ان پر وحی نازل ہوئی ہے۔کہ ان کے ذمہ بجز لہو ولعب (۳) کے کوئی کام نہیں اور یاد رکھو جو طلباء بالغ ہیں وہ تو بچے نہیں ہیں۔ ان کو تو بے فکر نہ ہونا چاہئے بہر حال طلباء کو بالخصوص بہت اہتمام کا عمل کرنا چاہئے۔اور بلا عمل علم کسی کام کا نہیں۔اسی واسطے تو فرمایا: وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ۔ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْابِهٖ اَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (۴) (اور یہ یہودی بھی اتنا ضرور جانتے ہیں کہ جو شخص اس کو اختیار کرے ایسے شخص کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور بے شک وہ بری چیز ہے جس میں وہ لوگ اپنی جان دے رہے ہیں کاش ان کو اتنی عقل ہوتی)

علماء محققین کی صحبت کی ضرورت

خلاصہ یہ نکلا کہ نری عربی پڑھنے سے عالم نہیں ہوتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ علماء بہت کم ہیں۔ گو عربی پڑھے ہوئے بہت ہوں پس عوام یا خواص کالعوام کے ظنون

(۱) سورۃ البقرۃ آیت:۲۴ وسورۃ التحریم آیت:۶ (۲) سورۃ ھود آیت:۴۶ (۳) کھیل کود (۴) سورۃ البقرۃ آیت:۱۰۲۔

دین میں کیا قابل وقعت ہوں گے۔ غرض ظنون کو چھوڑ کر دلیل کا اتباع کرنا چاہئے۔ یہ تو خواص کیلئے ہے اور عوام کو حاجت کے وقت مسئلہ پوچھ کر علماء محققین کا اتباع کرنا چاہئے۔ اور درستی فہم کیلئے ایسے علماء کی صحبت اختیار کرنی چاہئے اور صحبت سے یہ مراد نہیں ہے کہ علماء کی خدمت میں جا کر زٹل ہانکیں اور دنیا بھر کے اخبار اور حکایات بیان کریں کہ وکیل میں یہ لکھا ہے اور زمیندار میں آج یہ خبر ہے۔

صحبت اہل اللہ کس صورت میں مفید ہوسکتی ہے

صحبت مفید جب ہوسکتی ہے کہ ان سے امراض کا بیان کریں اور ان کا علاج پوچھیں۔ اس نیک صحبت کی مثال ایسی ہے جیسے عطر فروش کی دوکان کہ یا تو وہاں سے عطر خریدو گے ورنہ کم سے کم خوشبو سے دماغ کو تو راحت ہوگی اسی طرح نیک صحبت سے کوئی نہ کوئی بات کام کی حاصل ہو جاتی ہے۔

یک زمانے صحبت با اولیا بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

(تھوڑی دیر کیلئے اولیاء اللہ کے پاس بیٹھ جانا سو سالہ طاعت بے ریا سے بہتر ہوتا ہے)

صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالح ترا طالح کند

(صالح کی صحبت تم کو صالح کردے گی اور بدبخت کی صحبت تم کو بھی بدبخت بنادے گی)

صحبت نیکاں اگر یک ساعت است بہتر از صد سالہ زہد و طاعت است

(نیکوں کی صحبت اگر ایک گھڑی بھی حاصل ہو جائے تو وہ سو سالہ زہد و

طاعت سے بہتر ہے)

صحبت ناجنس سے خلوت بہتر ہے

پس دین کے جاننے کے دو ہی طریق ہیں۔علم محققانہ اور صحبت بعض لوگ باوجود علم دین نہ ہونے کے محض معمولی نوشت وخواند(۱) کے بھروسے صحبت سے بلکہ استفتاء سے بھی اپنے کو مستغنی سمجھتے ہیں۔اور کہتے ہیں کہ ہم خود لکھے پڑھے ہیں۔ہم کو کسی کی احتیاج نہیں خود کتابوں میں دیکھ لیں گے۔

صاحبو! کبھی طب کی کتابیں دیکھ کر بیوی کو مسہل(۲) بھی دیا ہے۔حکیم جی کے پاس کیوں دوڑے ہو اور اگر کوئی اس وقت کہتا ہے کہ تم نے کتاب میں دیکھ کر خود علاج کرلیا ہوتا تو یوں کیوں کہتے ہو کہ میاں خدا جانے کیا بل(۳) رہ جائے۔جس کی وجہ سے علاج میں غلطی ہو جائے۔مجھ کو حیرت ہے کہ ہر فن میں تو اس کے جاننے والوں کا اتباع کرتے ہیں لیکن دین کے اندر ہر شخص مجتہد بنتا ہے۔یادرکھو جو کچھ کسی نے پایا ہے وہ صحبت اور اتباع کی بدولت پایا ہے ایک کتاب کے اندر آج ہی دیکھا ہے کہ خواجہ عبیداللہ احرارؒ کے پاس چند آدمی جمع تھے اس کا تذکرہ آیا کہ جمعہ کے اندر ایک ساعت ایسی ہے کہ جو کچھ دعا اس وقت کی جائے قبول ہو جائے گی۔ہر ایک نے اپنی ایک ایک تمنا کا ذکر کیا کہ اگر ہم کو وہ وقت میسر ہو تو ہم یہ مانگیں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ مجھ کو وہ ساعت ملے تو نیک صحبت مانگوں۔تو صاحبو! نیک صحبت وہ شئے ہے کہ بزرگوں نے

---

(۱) تھوڑا بہت پڑھنا لکھنا جاننے کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ صحبت نیک اختیار نہیں کرتے بلکہ کسی مفتی سے سوال کرنا بھی کسر شان سمجھتے ہیں (۲) دست آور دوا بھی دی ہے (۳) کیا کمی رہ جائے۔

بھی اس کی تمنا فرمائی ہے۔ البتہ اگر نیک صحبت میسر نہ ہو تو صحبت ناجنس (۱) پر خلوت بہتر ہے۔ ورنہ نیک صحبت ایک دم (۲) کی بھی بعض مرتبہ ایسی موثر ہو جاتی ہے کہ برسوں کا مجاہدہ بھی وہ کام نہیں کرتا ہے۔

ایک دنیا دار عالم اور درویش

ایک درویش کی حکایت ہے کہ وہ کسی دنیا دار عالم کے پاس پہنچے جن کے یہاں بڑے بڑے محل اور دنیا کا سامان تھا۔ عرض کیا کہ حضرت مجھے وضو کرنا نہیں آتا مجھ وضو کرا دیجئے۔ چنانچہ وہ عالم ان کو وضو کرانے لگے۔ اس درویش نے کسی عضو پر چار مرتبہ پانی ڈال لیا۔ تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ یہ اسراف ہے۔ تین مرتبہ ڈالو۔ درویش صاحب نے فرمایا کہ یہ اتنے بڑے محل اور طرح طرح کے سامان جو تمہارے یہاں میں دیکھتا ہوں اس میں اسراف نہیں ہے۔ اور ایک چلو پانی میں اسراف ہو گیا۔ ان مولوی صاحب کے دل پر ایک چوٹ لگی اور سب ذخیرہ خیرات کر کے اللہ کی یاد میں مشغول ہو گئے۔ دیکھئے اس ایک دم کی صحبت نے کیا کچھ کر دیا۔ اور اس حکایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علم دین وہی کار آمد ہے کہ جس سے دین درست ہو اور دنیا سے بے رغبت کر دے۔

صحابہؓ کا کمال علم

صحابہؓ میں آخر کیا بات تھی کہ وہ علومِ اصطلاحیہ سے بالکل واقف نہیں تھے۔ لیکن جو مقصود اصلی ہے علم کا وہ ان میں اس درجہ تھا کہ قیامت تک کسی میں نہ

---

(۱) ناموافق صحبت سے اکیلے رہنا بہتر ہے (۲) ایک لمحے کی بھی۔

ہوگا۔ان میں اکثر کی شان یہ تھی ''نحن امّۃ أُمیّۃ لا نکتب ولا نحسب'' (یعنی ہم ان پڑھ امت ہیں حساب اور لکھنا نہیں جانتے ہیں) حق تعالی نے جہاں ہدی(۱) کا مسئلہ بیان فرمایا ہے اور اس کے عوض دس روزے تین قبل از حج اور سات بعد حج رکھنے کیلئے ارشاد فرمایا ہے۔اس کے آخر میں ارشاد ہے ''تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ (۲) (یعنی یہ پورے دس ہیں) اس میزان الکل کے بیان فرمانے سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ فن حساب وغیرہ میں نہایت سادہ تھے۔

صحابہؓ کی سادگی

ایک تاریخ میں نظر سے گذرا ہے کہ ایک صحابی کی فارس میں کسی عورت پر نگاہ جا پڑی۔اس پر فریفتگی ہوگئی۔حضورؐ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ شاید وہ شہر فتح ہو تو وہ عورت مجھے دے دیجئے۔ اور آپ لکھ دیجئے۔حضورؐ نے لکھوا دیا۔ خدا کی قدرت حضرت عمرؓ کے وقت میں لشکر اسلام وہاں پہنچا اور وہ ملک فتح ہوگیا اور وہ عورت جو کہ شہزادی تھی قید ہوکر آئی انہوں نے وہ تحریر دکھلائی۔چنانچہ وہ ان کو مل گئی۔اس کے بھائی کو اطلاع ہوئی تو اس نے روپیہ دے کر چھڑانا چاہا پوچھا کیا لوگے فرمایا ایک ہزار روپیہ لوں گا۔سمجھے ایک ہزار روپیہ بہت ہوتا ہوگا۔وہ دیا گیا فرمانے لگے میں تو سمجھا تھا کہ ایک ہزار روپیہ بہت ہوتا ہوگا یہ تو کچھ بھی نہیں۔میں نہیں لیتا اس نے کہا آپ کو لینا پڑے گا۔غرض امیر لشکر نے فیصلہ کیا کہ آپ کو حسب وعدہ لینا پڑے گا۔غرض صحابہؓ اس قدر بھولے تھے کہ ان کو کچھ خبر نہ تھی۔اسی واسطے سورۃ قدر میں ''الف'' کا عدد(۳) کہ

---

(۱) حج میں قربانی ساتھ لے جانے نہ لیجانے کا مسئلہ بیان فرمایا ہے (۲) سورۃ البقرۃ آیت:۱۹۶ (۳) خیر من الف شھر جو فرمایا اس سے مراد کثرت ہے۔

جو کنایہ ہے کثرت سے اختیار کیا اس لئے کہ اکثر عرب الف (۱) کو بہت شمار کرتے تھے۔

حضرت علیؓ کی عجیب حکایت عدل

البتہ بعض محاسب بھی تھے۔ چنانچہ میں قصہ بیان کرتا ہوں کہ دو شخص راہ میں رفیق ہوئے۔ کھانے کا وقت آیا ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں۔ اتفاقاً ایک مسافر بھی آ گیا۔ اس کو بھی بلا کر کھانے میں شریک کیا تینوں نے مل کر وہ روٹیاں کھائیں۔ جب وہ مسافر ان سے علیحدہ ہوا تو اس نے ان کے احسان کے صلے میں آٹھ درہم ان کو دیے کہ تم آپس میں ان کو تقسیم کر لینا۔ تقسیم میں دونوں رفیقوں کو اختلاف ہوا۔ پانچ والے نے کہا کہ بھائی تیری تین روٹیاں تھیں تین درہم تو لے لے اور میری پانچ تھیں پانچ مجھ کو دے دے۔ تین والے نے کہا نہیں نصفا نصف تقسیم ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ یہ دونوں عدد قریب قریب ہیں۔ یہ قصہ حضرت علیؓ کی خدمت میں پہنچا حضرت نے دونوں کو سمجھایا کہ صلح کر لو صلح پر راضی نہ ہوئے اور درخواست حساب دینے کی کی تو تین والے کو فرمایا ایک تم لو اور سات اس کو دے دو۔ محاسب سن کر بہت حیران ہوئے کہ یہ کیا فیصلہ ہے۔ لیکن سننے کے بعد معلوم ہوا کہ عین عدل ہے۔ اسلئے کہ کل آٹھ روٹیاں تھیں اور تین آدمیوں نے کھائیں اور کمی بیشی کا اندازہ ناممکن ہے اسلئے یوں کہیں گے۔ کہ تینوں نے برابر کھائیں تو اب دیکھنا چاہئے کہ ہر ایک نے کتنا کھایا۔ پس ہر روٹی کے تین تین ٹکڑے کر لو تو کل ۲۴ ٹکڑے ہوئے پس ہر شخص نے آٹھ ٹکڑے کھائے۔ سو تین والے کی روٹیوں کے نو ٹکڑے

---

(۱) الف یعنی ایک ہزار۔

ہوئے جس میں سے آٹھ تو اس نے خود کھائے ایک بچا وہ مسافر نے کھایا۔ اور پانچ والے کی روٹیوں کے پندرہ ٹکڑے ہوئے جن میں سے آٹھ اس نے کھائے اور سات مسافر نے کھائے بس یہی نسبت درہم میں بھی ہونی چاہئے۔ کہ سات درہم پانچ والے کو اور ایک تین والے کو ملنا چاہئے۔

اس قسم کے بہت قصے حضرت علیؓ کے ہیں کہ جو حضرت کی ذکاوت اور فطانت پر دال ہیں۔ لیکن اکثر صحابہؓ لکھے پڑھے کم تھے مگر دیکھ لیجئے کہ صحابہؓ کی کیا فضیلت ہے تو یہ سب ایک ذات پاک کی صحبت کی برکت ہے۔ اسی صحبت کی نسبت حافظ شیرازیؒ فرماتے ہیں۔

شراب لعل و مے بیغش و رفیق شفیق — گرت مدام میسر شودز ہے توفیق

(یعنی خالص محبت الٰہی اور مرشد کامل شفیق اگر ہمیشہ تم کو میسر ہوتے رہیں تو بہت اچھی توفیق ہے)

اتباعِ ظن مہلک مرض ہے

غرض صحبت نیک بہت بڑی دولت ہے اس کا بہت اہتمام و التزام کرنا چاہئے غرض غیر علماء کو علماء کی صحبت اور اتباع اور علماء کو اتباع دلیل طرق سلامتی ہے اور اتباع ظن دونوں کیلئے مرض مہلک ہے۔ بس یہ ہے کہ وہ مرض جو اس آیت میں مذکور ہے جس کی نسبت میں نے دعویٰ کیا تھا کہ یہ مرض مسلمانوں میں بھی موجود ہے اور اس مرض کی مختلف صورتیں ہیں۔ بعض تو ایسا کرتے ہیں کہ کسی سے کوئی مسئلہ سنا اب یہ تحقیق نہیں کرتے کہ بیان کرنے والا معتبر ہے یا غیر معتبر اسکو نقل کر دیتے ہیں۔ اگر

پوچھو تم نے کس سے سنا ہے تو کہتے ہیں کہ ایک مولوی صاحب سے وعظ میں سنا تھا۔ خدا جانے کہاں کے رہنے والے تھے کون تھے؟ کہاں انہوں نے پڑھا تھا؟ کچھ خبر نہیں ہے۔ یاد رکھو جب تک تحقیق نہ کرلو کہ یہ شخص معتبر عالم ہے اس وقت تک وعظ سننا بھی ایسے مولوی کا جائز نہیں۔ اور نہ مسئلہ سن کر عمل کرنا جائز ہے اور بعض سنتے تو ہیں عالم معتبر سے لیکن پوری بات نہیں سنتے صرف آدھی سنتے ہیں اور وہی آدھی نقل کر دیتے ہیں اور بعض میں یہ مرض اس صورت سے ہے کہ علماء محققین سے مسائل سن کر کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو نئی بات ہے پہلے ہم نے کبھی نہیں سنی اس لئے صحیح نہیں سو دین میں یہ حکم محض اپنی رائے سے لگاتے ہیں۔ جس کا مبنیٰ یہ لغو خیال ہے کہ جو بات کبھی نہ سنی ہو وہ غلط ہوتی ہے۔

میں نے یہ سنا تھا کہ بعض دیہات میں مردے کو بے نماز پڑھے ہوئے دفن کر دیتے ہیں۔ اس لئے وہاں کوئی ملا نماز پڑھانے والا نہیں ہوتا۔ خدا بھلا کرے ان مسجدوں کے ملانوں کا انہوں نے بھولے بھالے دیہاتیوں کے ذہن میں یہ بٹھا دیا ہے کہ جب تک ہم نماز نہ پڑھائیں نماز ہی جنازہ کی نہ ہوگی اور یہ کفن کے ساتھ جو جانماز ہوتی ہے یہ بھی ان لالچی ملانوں کی گھڑت ہے۔ اپنی آمدنی کیلئے تجویز کی ہے۔ اب وہ ایسی رسم ہوگئی کہ اس کو جزو کفن جاننے لگے۔ اور اسی طرح اوپر کا چادرہ بھی کفن میں داخل نہیں ہے یہ بھی انہی حضرات کا ایجاد ہے اگر احترام کیلئے ڈھانپنا منظور ہے تو کوئی شخص اپنی چادر ڈال دیا کرے کافی ہے۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ ذہن میں جما رکھا ہے کہ اپنی چادر ڈال دیں گے تو وہ مردے کے تعلق سے منحوس ہو جائے گی۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ مردے کی جائیداد اور روپیہ منحوس نہیں ہوتا اگر اس کے تعلق کی ایسی

ہی نحوست ہے تو چاہئے کہ جائیداد اور روپیہ بھی مردے کا نہ کھائیں۔ اگر کسی کو اب بھی شبہ رہے میں اجازت دیتا ہوں کہ میری چادر لے کر مردے پر ڈال دیں۔ پھر میں اس کو پہنوں دیکھوں کیسی نحوست مجھ کو لگے گی۔ غرض یہ جانماز اور چادرہ داخل کفن نہیں ہیں پس اگر بعض ورثاء نابالغ ہوں تو یہ چادرہ اور جانماز بالغین اگر چاہیں تو اپنے حصے سے بنانا چاہئے۔

ایک موقع پر ایک شخص بہت خفا ہوئے اور کہنے لگے کہ اگر یہ مولوی رہے تو مردوں پر کفن پڑنا بھی چھوٹ جائے گا۔ میں نے کہا ہاں سچ ہے دین کی خدمت میں شہادت ملا کرے گی اور شہداء پر کفن نہیں پڑتا۔ غرض کہ میں نے سنا تھا کہ بعض دیہات میں بے نماز پڑھے ہوئے دفن کر دیتے ہیں۔ میرا دل بہت دکھا اس لئے کہ جو مردہ بے نماز پڑھے ہوئے دفن کیا جاتا ہے تو اس جگہ کے سب لوگ گنہگار ہوتے ہیں اور تین دن کے اندر اندر جہاں جہاں خبر پہنچتی ہے سب گنہگار ہوتے ہیں۔

جنازہ میں چار تکبیرات فرض ہیں

اسلئے میں نے یہ مسئلہ بیان کیا کہ اگر جنازہ کی نماز کی دعائیں یاد نہ ہوں تو وضو کر کے جنازہ پر چار مرتبہ اللہ اکبر اللہ اکبر کہہ دیا کرو نماز ہو جائے گی اس لئے چار تکبیریں ہی اس میں فرض ہیں اور درود و دعائیں سنت ہیں۔ بعض نے میرے اس مسئلے پر بھی انکار کیا اور وہ بھی ایسے جاہل لوگوں نے جو محض جاہل علم دین سے مس(۱) بھی نہیں رکھتے۔ بات یہ کہ جاننے والوں پر اعتماد نہیں خود علم نہیں تو جو دل میں آئے گا بکیں گے۔

---

(۱) علم دین ان کو چھو کر بھی نہیں گذرا۔

اغلاط العوام

اسی طرح بہت سے ایسے مسائل مشہور ہیں کہ جن کی کوئی سند نہیں ہے چنانچہ ایک مسئلہ یہ ہے کہ جنازہ کی نماز کیلئے جو وضو کیا جائے فرض نماز اس سے پڑھنا جائز نہیں ہے۔ایک مسئلہ یہ مشہور ہے کہ اذان دائیں طرف ہو اور تکبیر بائیں طرف ہو اور عورتوں میں یہ مشہور ہے کہ رات کو درخت نہ ہلانا چاہئے اس لئے کہ گناہ ہے۔میرا ارادہ ہے کہ ایک کتاب ایسی لکھوں جس میں ایسے غلط مسائل درج ہوں۔کچھ لکھے بھی ہیں اور اس کا نام ''اغلاط العوام'' رکھا جائیگا۔تاکہ لوگوں کو اطلاع ہو جائے کہ یہ مسائل غلط ہیں۔میں نے اس وجہ سے اس کا تذکرہ کیا تاکہ کوئی صاحب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو پورا کرنے کی توفیق دے دیں یہ تو ظن وتخمین (۱) کے باب میں عوام الناس کے اغلاط کا بیان تھا۔اور بعض غلطیاں علماء کے اندر ہیں۔اس سے عوام کو اور زیادہ دھوکہ ہوتا ہے۔اسلئے یہ ضروری ہے کہ ہر کسی سے مسئلہ سن کر اعتماد نہ کر لیا کریں۔جب تک محققین علماء سے نہ دریافت کر لیں۔

مسجد کی اشیاء کا غلط استعمال

چنانچہ ایک مسئلہ ہے جس میں بعض لکھے پڑھے لوگ بھی تسامح (۲) کرتے ہیں کہ ایک مسجد میں اگر چونا اینٹ وغیرہ کی ضرورت ہو اور دوسری مسجد سے لگایا جائے تو جائز ہے یا نہیں تو یہ مشہور ہے کہ مسجدیں سب یکساں ہیں جو شئے ایک مسجد سے زیادہ ہو دوسری میں لگا دینا جائز ہے۔یہ محض رائے ہے اور رائے بھی ایسی ہے کہ ذرا غور کرو

---

(۱) گمان اور اندازے سے بات کرنے کے متعلق عوام کی غلطیوں کا بیان تھا (۲) چشم پوشی یعنی درگذر سے کام لیتے ہیں۔

تو غلطی اس رائے کی ثابت ہوتی ہے اگر سب مسجدیں ایک ہوں تو خدا خیر کرے بدھنوں(۱) اور چٹائیوں کی اگر کوئی کہے کہ مراد یہ ہے کہ جب کوئی شئے نکمی ہو تو دوسری مسجد میں لگانا جائز ہے تو ثابت کیجئے کہ چونا وغیرہ نکما ہے۔اور اگر نکمے سے مراد زائد از حاجت ہے اس سے تو لازم آتا ہے کہ جو چٹائیاں بچھ رہی ہیں وہ نہ لینا چاہئے اور جو زائد کھڑی ہیں وہ لینا جائز ہے۔اور بعض ان سے بھی بڑھ کر ایسے بہادر اور پہلوان ہیں کہ مسجد کی چیزیں اپنے گھر لے جاتے ہیں اور اگر کوئی منع کرتا ہے تو کہتے ہیں کیا تمہارے باوا(۲) کی ملک ہے؟ ان سے کوئی پوچھے کہ تمہارے باوا کی ملک ہے؟ بعض لوگ حمام میں سے گرم پانی گھر لے جاتے ہیں۔اور حیرت تو یہ ہے کہ بعض متقی پرہیز گار بھی اس میں مبتلا ہیں۔اسی طرح بعض لوگ استنجے کے ڈھیلے لے جاتے ہیں اور یوں سمجھتے ہیں کہ آخر یہ پانی اسی واسطے تو ہے کہ وضو کریں، خواہ یہاں کریں خواہ مکان پر کریں یاد رکھو مسجد کی چیز کا خلاف مصرف میں برتنا سخت گناہ ہے اور وبال اکثر یہ ہوتا ہے کہ اس وبال میں آئے ہوئے سے زیادہ گھر سے نکل جاتا ہے۔

کانپور میں ایک شخص تھے انہوں نے مسجد کا ایک کونہ دبا لیا۔ایک درویش آئے ان سے ہم نے شکایت کی انہوں نے کہا خوش ہو وہ کونہ اب سارے مکان کو مسجد میں لائے گا۔ چنانچہ تھوڑے ہی دن گذرے تھے کہ ان کو حاجت شدید پیش آئی اور وہ گھر ان کو بیچنا پڑا اور مسجد میں خرید کر شامل کر دیا گیا۔غرض ایک مسجد کیلئے جو شئے وقف ہو اور وہاں کے کام کی نہ رہی ہو وہ دوسری مسجد میں بہ قیمت جا سکتی ہے اور یہ بھی شرط ہے کہ وہاں کے منتظمین کی اجازت ہو۔اور بغیر اس کے ہرگز جائز نہیں فقہاء نے

(۱) لوٹوں کی (۲) تمہارے ابا کی ملکیت ہے کیا؟

لکھا ہے کہ اگر مسجد میں پانی پینے کیلئے رکھا ہے تو اس سے وضو کرنا حرام ہے۔

مسائل معلوم کرنے کا قاعدہ کلیہ

غرض مسائل تو بہت ہیں کہاں تک بیان کیے جائیں۔ میں قاعدہ کلیہ بیان کر دیتا ہوں۔ کہ جو بات سنو محققین علماء سے تحقیق کر لو جو کچھ ہم نے سنا ہے یہ صحیح ہے یا غلط اگر وہ صحیح فرمائیں تو اس پر عمل کر لو اور اپنے قیاس اور رائے پر عمل نہ کیا کرو اور عوام کے قیاس کا تو کیا اعتبار ہے خود وہ لوگ جو برسوں سے یہ کام کر رہے ہیں۔ بلکہ اپنی عمر ہی اس میں کھپا دی ہے۔ رائے میں ان سے بھی غلطی ہو جاتی ہے۔

مردار کی ہڈی بعد رطوبت خشک ہوجانے کے پاک ہے

ایک مسئلہ بیان کرتا ہوں کہ اس میں مجھے اپنی ایک غلطی معلوم ہوئی اور اس مسئلے سے پہلے ایک قاعدہ سمجھنا چاہئے وہ یہ ہے کہ مردے کے اجزاء بعد مرنے کے نجس (۱) ہو جاتے ہیں اس لئے موت منجس (۲) ہے اس بنا پر میں یہ سمجھے ہوئے تھا کہ مردہ جانور کا دودھ بھی حلال نہ ہوگا۔ لیکن ایک شخص کے پوچھنے پر احتیاطاً کتاب میں جو دیکھا تو اس میں حلال لکھا تھا۔ بہت دیر تک حیرانی رہی کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ بہت دیر بعد اس بناء کی غلطی ظاہر ہوئی وہ یہ کہ مردار جو نجس ہوتا ہے تو موت منجس ہے تو جن اجزاء میں موت حلول کرے گی وہ اجزاء نجس ہوں گے اور موت کا اثر وہاں ہوگا جہاں پہلے حیات ہوگی۔ اور جن اجزاء میں حیات نہ ہوگی وہاں موت بھی موثر نہ ہوگی۔ چنانچہ اسوجہ سے مردار کی ہڈی بعد رطوبت خشک ہوجانے کے پاک ہے۔ اسی طرح

---

(۱) ناپاک (۲) ناپاک کرنے والی۔

دودھ بھی بوجہ بیجان ہونے کے دودھ کے موت کا اثر نہ ہوگا۔ جیسے پہلے پاک تھا بعد موت کے بھی پاک ہی رہے گا۔ اس سے خود اندازہ کرلو کہ جب ہم لوگوں کی رائے غلط ہوتی ہے تو جو گلستان بوستان پڑھ کر یا انٹرنس پاس ہو کر مسائل شرعیہ میں رائے زنی کریں ان کی رائے کس درجہ میں ہوگی۔

ایصال ثواب کیلئے قرآن پڑھ کر پیسے لینا جائز نہیں

بعض لوگ مردے پر اجرت ٹھہرا ٹھہرا کر قرآن شریف پڑھتے ہیں اور مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ یہ رسم یہاں بھی ہے بہت افسوس ہوا کہ لوگوں نے دین کے کاموں کو بھی ایک پیشہ بنالیا ہے اور تمام تر فکر و توجہ اس طرف ہے کہ کھانے کو مل جائے دین جائے یا رہے

عاقبت سازد ترا از دین بریں　　　ایں تن آرائی و ایں تن پروری

(یہ تمہاری من آرائیاں اور تن پروریاں تم کو انجام کار دین سے جدا کردیں گی)

اور اگر کوئی منع کرتا ہے کہ تو کہتے ہیں کہ اس میں کیا خرابی ہے ہم نے اللہ واسطے پڑھ دیا اس نے اللہ واسطے دے دیا۔ جناب ایسے ہی آپ اللہ کے واسطے پڑھنے والے ہیں کسی اور مردے پر کیوں نہ پڑھ دیا۔ اور اگر اللہ کے واسطے پڑھا ہے تو اس ٹھہرانے کے کیا معنی ہیں؟ بس اپنی من سمجھوتی کرلی اور اگر زبان سے بھی نہ ٹھہرا دل میں تو ٹھہرا رکھا ہے حتی کہ اگر اس سے کم ملے تو ناراض ہوتے ہیں۔ اس میں بعض نیم ملا قیاس کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تعلیم قرآن پر اجرت لینا علماء نے جائز

کر دیا تو اس میں کیا حرج ہے؟ اس میں اور اس میں کیا فرق ہے؟ جناب من ایک آدھ مسئلہ جاننے سے عالم نہیں ہوتا ہے۔

نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند

(یعنی جو شخص آئینہ بنانا جانتا ہو ضروری نہیں کہ وہ سکندری بھی جانتا ہو اور یہ بھی ضروری نہیں کہ جو شخص بھی چہرہ کو برافروخت کر لے اس میں دلبری کی شان بھی ہو)

جبکہ ایک شخص صاحب تقوی کہتا ہے کہ یہ صورت جائز ہے اور وہ ناجائز ہے۔تو تمہارے لئے اس کا قول حجت ہے۔

ہر مسئلہ کی وجہ معلوم ہونا لازم نہیں

ایک شخص پوچھنے لگے کہ گاؤں میں جمعہ نہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟ اس زمانہ میں لوگوں کو مجتہدیت کا ہیضہ بھی ہوگیا ہے ہر بات کی وجہ سمجھنا چاہتے ہیں۔ میں نے ان صاحب سے پوچھا کہ کیا آپ نے ہر مسئلہ کی وجہ معلوم کر لی ہے؟ تو میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ مجھے اس کی وجہ بتلایئے کہ مغرب کی تین رکعتیں اور عشاء کی چار کیوں ہیں؟ اور اگر ہر مسئلہ کی وجہ معلوم نہیں ہے تو اسی مسئلہ کی کیا تخصیص ہے؟ اس کی بھی اسی فہرست میں داخل کر لو۔ ایسے ہی یہ سوال ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے اور ایصال ثواب کیلئے ناجائز ہے۔ بات یہ ہے کہ حکم شرعی اسی طرح ہے قانون یہی ہے۔

اگر جج کے یہاں مقدمہ ہو اور ایک شخص ہار جائے اور وہ ہارنے والا یہ کہے کہ اس دفعہ کی رو سے بیشک میں ہار گیا لیکن اس دفعہ کی وجہ کیا ہے جج فورا کان پکڑ کر نکال دے گا کہ قانون سرکاری کی گستاخی کرتا ہے۔ اسی طرح عوام کو مسائل شرعیہ کی وجوہ دریافت کرنا شریعت کی بے ادبی ہے۔ اور منشاء اس کا قلب میں(۱) احکام کی عظمت نہ ہونا ہے ہاں اگر طالبعلم ہو اور فن سیکھتا ہو اس کو وجہ اور دلائل کا سوال کرنا برا نہیں بلکہ اس کو ضروری ہے اس لئے کہ وہ دین کے اندر محقق بننا چاہتا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ ہم بھی محقق بننا چاہتے ہیں تو ہم ان سے کہیں گے کہ جناب نوکری چھوڑیئے اور زراعت اور تجارت دنیا کے سب کام چھوڑیے اور ہمارے پاس کم از کم دس برس رہئے دیکھئے آپ کو بھی ہم بتلائیں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اپنا مذہب یہ رکھو۔

زباں تازہ کردن باقرار تو

نینگیختن علت از کار تو

(یعنی زبان سے اقرار کرنا چاہئے کوئی علت تلاش نہ کرنی چاہئے)

اور مشرب یہ رکھو۔

زندہ کنی عطائے تو ور بہ کشی فدائے تو

دل شدہ مبتلائے تو ہر چہ کنی رضائے تو

(زندہ کریں تو آپ کی عطا ہے اگر قتل کریں تو آپ پر قربان ہیں دل آپ پر فریفتہ ہو گیا ہے جو کچھ آپ تصرف کریں ہم راضی ہیں)

---

(۱) دل میں۔

کسی محقق معتبر عالم سے آپ کو یہ سننا امتثال(۱) حکم ماننے کیلئے کافی ہونا چاہئے کہ شریعت کا حکم ہے اور اپنی طرف سے کوئی بات مت تراشو ورنہ جو شکایت حق تعالی نے اس آیت شریف میں کفار کی فرمائی ہے اس کے موردتم بھی ہوگے(۲)۔

اب اللہ تعالی سے دعا کرو کہ اتباع نصیب فرمائیں۔آمین۔(۳)

تمت بالخیر

(۱) حکم کی بجا آوری کیلئے (۲) جو شکایت کفار سے ہے تم سے بھی ہوگی (۳) اللہ تعالی محشی اور اسکی اولاد کو بھی شریعت کے تمام احکام کا اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔ خلیل احمد تھانوی۔

وعظ

الغاء المجازفۃ

(بے تکی باتوں کی لغویت)

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۰	ادلّہ اربعہ	۳	انتخابِ مضمون
۱۱	بلاتحقیق بات کہنے کا مرض	۴	قیاس اور ظن کی حقیقت اور حکم
۱۱	حضرت امام مالکؒ کی قابل رشک دیانت علم	۵	دین کے بارے میں شخصی رائے معتبر نہیں
۱۲	حضرت تھانویؒ کی احتیاط	۶	دلائل شرعیہ
۱۲	زبان اور چیز ہے علم اور	۶	ایک عام غلطی
۱۳	عالم بے عمل بھی عالم نہیں	۷	دین میں ہر شخص اجتہاد کا مدعی ہے
۱۳	حقیقت علم تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے	۷	ناواقفِ فن کا مطالبہ دلیل درست نہیں
۱۴	علوم حضرت حجۃ الاسلام نانوتویؒ	۸	حجیت حدیث
۱۵	طلباء کو بطور خاص حصولِ تقوی کی ضرورت	۹	حجیت اجماع
		۹	حجیت قیاس

سات برس کے بچے کو نماز پڑھانے میں حکمت	۱۵	صحابہؓ کی سادگی	۲۳
جمالِ شریعت	۱۶	حضرت علیؓ کی عجیب حکایت عدل	۲۴
حق تعالیٰ شانہ سے محبت رکھنے کا اثر	۱۷	اتباعِ ظن مہلک مرض ہے	۲۵
بچپن میں تربیت کی ضرورت	۱۸	جنازہ میں چار تکبیرات فرض ہیں	۲۷
حضرت زین العابدینؒ کی خشیتِ خداوندی	۱۸	اغلاط العوام	۲۸
علماء محققین کی صحبت کی ضرورت	۱۹	مسجد کی اشیاء کا غلط استعمال	۲۸
صحبت اہل اللہ کس صورت میں مفید ہوسکتی ہے	۲۰	مسائل معلوم کرنے کا قاعدہ کلیہ	۳۰
صحبت ناجنس سے خلوت بہتر ہے	۲۱	مردار کی ہڈی بعد رطوبت خشک ہوجانے کے پاک ہے	۳۰
ایک دنیادار عالم اور درویش	۲۲	ایصال ثواب کیلئے قرآن پڑھ کر پیسے لینا جائزنہیں	۳۱
صحابہؓ کا کمال علم	۲۲	ہر مسئلہ کی وجہ معلوم ہونا لازم نہیں	۳۲

ملفوظات حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ

از

ملفوظات کمالات اشرفیہ (الافاضات الیومیہ۔ص ۱۱۲،۱۱۳)

انفاق فی سبیل اللہ میں اخلاص کا فائدہ

ملفوظ نمبر:۵۱۶

فرمایا کہ اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی قبول ہوجاتا ہے اور اخلاص بھی نہ ہوتو خالی الذہن ہوکر بھی عمل مقبول ہوجاتا ہے۔خالی الذہن کے معنی یہ ہیں کہ نہ دکھاوے کی نیت ہو نہ خدا کے لئے نیت ہو۔

ملفوظ نمبر:۵۱۷

فرمایا کہ اصل ریا دل میں ہوتی ہے۔ہاں صورت ریا جائز ہے۔

ملفوظ نمبر:۵۱۸

فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دو جگہ خیلا (تفاخر) جائز ہے ایک صدقہ میں دوسرے عدو دین (دین کے دشمن) کے مقابلے میں۔

ملفوظ نمبر:۵۱۹

فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر قطاۃ پرندہ کے گھونسلے کے برابر بھی کوئی مسجد بنادے تو اس کے لئے جنت میں گھر بنے گا۔ اگر یہ شبہ ہو کہ اتنی چھوٹی مسجد مسجد ہی نہ ہوگی تو اگر چہ اس کا یہ جواب ہوسکتا ہے کہ تمام اہل زبان میں مبالغہ کلام کا حسن سمجھا جاتا ہے۔مگر حدیث کا دوسرا مطلب بیان کرتے ہیں کہ اگر کسی نے مسجد میں مثلاً ۴ آنے دئے جس سے عمارت مسجد میں سے اس کے حصہ میں گھونسلہ کے برابر جگہ آئی تو اس کو بھی جنت میں پورا گھر ملے گا۔اگر چہ اس نے پوری مسجد نہیں بنائی۔ پس اگر کسی نے خدا کی راہ میں ایک پیسہ بھی دیا تب بھی نجات کے لئے ویسا ہی کافی ہے جیسا کہ ہزار دو ہزار۔(روپے دے)

ملفوظ نمبر:۵۲۰

فرمایا کہ غرباء کے چندہ کی قدر کرنی چاہئے اور ان پر ہنسنا نہیں چاہئے کیونکہ یہ بڑا جرم ہے تعزیرات الٰہیہ کا۔ لقولہ تعالیٰ ''والذین یلمزون المطوعین من المؤمنین فی الصدقات والذین لایجدون الا جھدھم فیسخرون منھم سخر اللہ منھم ولھم عذاب الیم'' شان نزول اس آیت کا یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چندہ کی ترغیب دی تھی تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تو اتنا لائے کہ اُٹھ بھی نہ سکا اور ایک صحابی جو کے دانے لائے۔ منافقین دونوں پر ہنسے ایک کو ریا کار بنایا ایک کو بے شرم۔

ملفوظ نمبر:۵۲۳

فرمایا کہ دیکھو حق تعالیٰ کی کتنی بڑی رحمت ہے کہ دین کے کاموں میں خرچ کرنے کو فی سبیل اللہ یعنی خدا کی راہ میں خرچ کرنے کہا۔ معاذ اللہ کیا اس میں کوئی خدا کا نفع ہے۔ ہرگز نہیں۔ یہ خرچ واقع میں دفی سبیل انفسکم (اپنے رستے میں خرچ کرنا) ہے اس لحاظ سے تو اگر یہ قانون کردیا

جاتا کہ صدقہ اس شخص کا قبول ہوگا جو پہلے اتنی فیس داخل کرے تو ہم کو فیس دے کر خرچ کرنا چاہیئے تھا کیونکہ ہمارے نفع کا کام تھا۔ مگر افسوس آج کل مسلمانوں کو بنکوں میں تو روپیہ داخل کرنے کی ہوس ہے اور خدا کے پاس جمع کرنے کی ہوس نہیں۔

ملفوظ نمبر: ۵۲۴

فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے " من سن سنة حسنة فله اجرها واجرمن عمل بها" یعنی بانی (ابتداء کرنے والے) کو بہت زیادہ ملتا ہے۔ اگر بعض کو یہ شبہ ہو کہ ہم تو چندہ میں ابتداء نہیں کر سکے ہم کو یہ ثواب نہ ملے گا تو سمجھو کہ جب مجمع میں چندہ ہوتا ہے تو ہر ایک دوسرے کے لئے بانی ہے (یعنی ابتداء کرنے والا) یعنی بعض مرتبہ ایک شخص کے دینے سے دوسرا اُبھر جاتا ہے تو وہ اس کے لئے بانی ومحرک ہوا اس کے دینے کا ثواب اس کو بھی ملے گا۔ حاصل یہ کہ بانی عام ہے اضافی ہو یا حقیقی۔